محمد وسیم اختر مفتی

عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

—— ۲ ——

عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا یقین ہو گیا تو وہ اس فکر میں مصروف ہو گئے کہ آپ کے بعد ملت اسلامیہ کی کیا صورت ہو گی؟ انھیں علم تھا کہ صرف مسلمانوں کی وحدت ہی انھیں آنے والے فتنوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے، چنانچہ وہ فوراً امین امت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس پہنچے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی اجازت چاہی۔ انھوں نے جواب دیا: جب سے تم نے اسلام قبول کیا ہے، میں نے ایسی نادانی کی بات تم سے نہیں سنی۔ کیا تم میری بیعت کرو گے، جب کہ ثانی اثنین صدیق ہمارے درمیان موجود ہیں؟ ان کی گفتگو جاری تھی کہ انھیں سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کی خبر ملی۔ عمر نے فوراً ابو بکر کو بلایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے انتظام میں مصروف تھے اور یہ تینوں سقیفہ کی طرف چل پڑے۔ ابو بکر نے بڑی نرمی سے انصار کو سمجھایا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں خلیفہ قریش سے ہونا چاہیے۔ عمر خاموش بیٹھے رہے، جب حباب بن منذر نے انصار و مہاجرین سے دو الگ الگ خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں سے تھے اور عرب صرف قریش ہی کی خلافت پر راضی ہوں گے۔ ان دونوں میں تلخ کلامی ہوئی تو ابو عبیدہ نے یوں مداخلت کی: اے انصاریو، تم نصرت و حمایت میں سب سے آگے تھے، اب اس حمایت دین کو

چھوڑنے اور بدل دینے میں اولیت نہ اختیار کرو۔ان کی اس بات سے انصار نرم پڑے، ابوبکر نے اتحاد امت کے لیے یہ موقع غنیمت جان کر عمر اور ابوعبیدہ، دونوں کا ہاتھ پکڑا اور انصار کو ان میں سے ایک کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی۔اس مرحلے پر سیدنا عمر ہی نے فیصلہ کن کردار ادا کیا، انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ بڑھانے کو کہا اور یہ کہہ کر ان کی بیعت کر لی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی کو مسلمانوں کی امامت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، آپ ہی خلیفۂ رسول ہوں گے۔عمر کے بعد ابوعبیدہ اور انصار کے بشیر بن سعد نے بیعت کی اور پھر تمام مہاجرین و انصار بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ یوں خلافت کا یہ قضیہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا۔دوسرے روز عمر نے لوگوں سے معذرت کی کہ مجھے غلط فہمی تھی کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود رہیں گے، اس لیے مجھ سے ایسا طرز عمل سرزد ہوا، انھوں نے سب مسلمانوں کو خلیفۂ اول کی بیعت عام کی دعوت دی۔

خلافت کا فیصلہ ہونے کے بعد دوسرا اہم مسئلہ جیش اسامہ کو روانہ کرنا تھا۔ اسامہ بن زید نے عمر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت ابوبکر سے درخواست کی کہ وہ ان کے جیش کو مدینہ بلا لیں تا کہ وہ مشرکین کے خلاف ان کی مدد کر سکے۔ادھر انصار نے عمر کے ہاتھ خلیفۂ اول کو پیغام بھیجا کہ اگر لشکر ضرور بھیجنا ہے تو اسامہ سے زیادہ عمر رکھنے والا جرنیل مقرر کریں۔عمر یہ دونوں مطالبات لے کر ابوبکر کے پاس پہنچے تو انھوں نے انتہائی سخت جواب دیا کہ اگر مجھے کتے اور بھیڑیے اچک لے جائیں تو بھی اس فیصلے کو رد نہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو۔اس لشکر میں عمر ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ابوبکر لشکر کو رخصت کر کے واپس لوٹنے لگے تھے کہ انھوں نے اسامہ سے درخواست کی کہ عمر کو میری مدد کے لیے چھوڑ جائیں، ان کی اجازت ہی سے عمر مدینہ آ سکے۔مدینہ کے پڑوس میں رہنے والے قبائل عبس و ذبیان نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو بھی ان دو جلیل القدر اصحاب رسول کا اختلاف ظاہر ہوا۔عمر ان لوگوں میں شامل تھے جو مانعین زکوٰۃ کے خلاف فوج کشی نہ کرنا چاہتے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کلمۂ لا الٰہ کہہ دیا مجھ سے اپنے مال و جان بچا لیے۔ابوبکر نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا، اس لیے کہ یہ دونوں فرائض اس کلمے ہی کا حق ہیں۔عمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ اللہ نے ابوبکر کو اس بارے میں شرح صدر عطا کیا ہے، میں نے تب جان لیا کہ وہ حق پر ہیں۔ مانعین سے نمٹنے کے بعد مرتدین سے جنگ کا مرحلہ آیا تو عمر اور دوسرے اصحاب رسول نے کوئی اعتراض نہ کیا، کیونکہ وہ ابوبکر کی فراست و بصیرت سے آگاہ ہو چکے تھے۔اسی سلسلے کی جنگ بطاح میں اسلامی فوج کے سپہ سالار خالد بن ولید نے مرتد قبیلے بنوتمیم کے سردار مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کر لی

تواس معرکے میں شریک ایک انصاری صحابی ابوقتادہ اور مالک کا بھائی متمم بن نویرہ مدینہ آئے۔ یہ دونوں سیدنا ابوبکر سے ملے اور الزام لگایا کہ مالک کو اسلام قبول کرنے کے بعد قتل کیا گیا اور خالد اس کی بیوی کو زمانۂ جاہلیت سے پسند کرتے تھے۔ ابوبکر نے مالک کی دیت اس کے بھائی کو ادا کی، ابوتمیم کے قیدیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا اور ابوقتادہ کی خالد پر طعنہ زنی کو ناپسند کیا۔ ابوقتادہ حضرت عمر کے پاس جا پہنچے، سیدنا عمر نے خلیفۂ اول سے مطالبہ کیا کہ وہ خالد سے مالک کا قصاص لیں۔ وہ نہ مانے پھر سیدنا عمر نے خالد کی معزولی پر اصرار کیا، بات اس وقت ختم ہوئی، جب ابوبکر نے دوٹوک جواب دیا کہ میں اس تلوار کو میان میں نہ ڈالوں گا جو اللہ نے کافروں پر سونتی ہے۔ خالد مدینہ آئے تو ابوبکر نے انھیں تنبیہ کر کے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔ جنگ یمامہ کے بعد خالد بن ولید نے بنوحنیفہ کے سردار مجاعہ کی نوجوان بیٹی سے شادی کی تو ابوبکر نے انھیں خط لکھا کہ تمھارے سامنے ۱۲۰۰ مسلمان شہید ہوئے اور تم عورتوں سے نکاح کرتے پھرتے ہو۔ خالد نے خیال ظاہر کیا، اس سرزنش کے پیچھے میرے بھانجے عمر بن خطاب کا ہاتھ ہے۔

یمامہ کی جنگ میں قرآن کے کئی حفاظ شہید ہوئے تو عمر ہی تھے جنھوں نے ابوبکر کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید کو مصحف کی شکل میں جمع کیا جائے۔ وہ متردد تھے کہ یہ کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو میں کیسے کروں؟ عمر نے انھیں دلائل سے قائل کیا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب زید بن ثابت کے ہاتھوں یہ عظیم فریضہ سرانجام پایا۔ ابوبکر نے مسلمانوں سے عراق کی طرف فوجیں بھیجنے کے بارے میں مشورہ کیا تو کسی نے حوصلہ افزا جواب نہ دیا۔ عمر نے پکار کر کہا: لوگو، تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تمھیں ایک ایسے کام کی دعوت دے رہے ہیں جس میں تمھاری بقا اور زندگی ہے تب سب جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے۔ عراق کی جنگ انتہائی اہم تھی، اس میں فتح ہوئی تو عظیم اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ ابوبکر کے عہد خلافت میں عمر دو سال قاضی رہے، مگر ان کے پاس کوئی قضیہ نہ آیا، یہ اس پاکیزہ دور کی کرامت سے اور عمر کے بے لاگ عدل کی شہرت کی وجہ سے ہوا۔ کوئی یہ توقع نہ کر سکتا تھا کہ ان کے سامنے غلط حقائق پیش کر کے یا چرب زبانی سے کام لے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا سکتا ہے۔ مرض الموت میں ابوبکر نے خلیفہ کا انتخاب کرنا ضروری سمجھا، عبدالرحمان بن عوف، عثمان، سعید بن زید اور دوسرے اصحاب رسول کے مشورے سے انھوں نے عمر بن خطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا، انھوں نے مسجد نبوی میں جھانک کر وہاں موجود لوگوں سے اپنے فیصلے کی تائید بھی کرائی۔ پھر انھوں نے عمر کو بلایا اور عراق و شام میں جنگ جاری رکھنے کی وصیت کی، انھوں نے ان کو حق پر چلنے کی تلقین کی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کی رات ابوبکر کی تدفین سے فارغ ہو کر عمر گھر آئے اور اگلے روز، اپنی خلافت کے پہلے دن کی مصروفیت کے بارے میں سوچنے لگے۔ انھوں نے اللہ سے صحیح راہ سجھانے کی دعا کی۔ فجر کی نماز کے بعد ان کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا، ظہر کے وقت خوب بھیڑ ہو گئی تو وہ منبر پر بیٹھے اور حمد وثنا اور صلاۃ وسلام کے بعد ابوبکر کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ لوگو، میں تمھاری طرح کا آدمی ہوں اگر مجھے خلیفۂ رسول اللہ کی حکم عدولی کا خوف نہ ہوتا تو میں تمھارا سربراہ نہ بنتا۔ انھوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دعا کی کہ اے اللہ، میں سخت ہوں، مجھے نرم کر دے۔ اے اللہ، میں کمزور ہوں، مجھے قوت دے دے۔ اے اللہ، میں بخل رکھتا ہوں، مجھے سخی دل بنا دے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ مجھے تمھارا جو معاملہ درپیش ہو گا، اسے اچھے طریقے سے اور امانت داری سے نمٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ نماز کی امامت سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے حاضرین کو مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ عراق جانے کی دعوت دی۔ لوگوں نے تردد ظاہر کیا، کیونکہ انھیں یاد تھا کہ شام کا معرکہ ابوعبیدہ بن جراح، عمرو بن عاص اور یزید بن ابوسفیان سے سر نہ ہوا تھا اور خالد بن ولید ہی کی مدد سے اس میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ عمر نے توقف کیا اور واپس مسجد نبوی کو ہو لیے جہاں لوگ ان کی بیعت کرنے کے منتظر تھے۔ عشا کے بعد فراغت ہوئی، یہ رات بھی انھوں نے سوچتے سوچتے جاگ کر گزاری۔ بیعت اگلے دن بھی مسلسل جاری رہی، ظہر کے وقت انھوں نے سب کو ہدایت کی کہ ارتداد کی جنگوں میں مرتدین کے پکڑے ہوئے قیدی لوٹا دیں۔

بیعت تیسرے روز بھی جاری رہی، جب لوگ نماز ظہر ادا کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تو عمر نے ان سے پھر خطاب کیا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ میری سختی سے خوف زدہ ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے غلام اور خادم کی طرح رہا، میں ایک تلوار کی طرح تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم اس تلوار کو میان کے اندر کر دیتے۔ ابوبکر خلیفہ بنے تو میں ان کا ساتھی اور مددگار بن گیا، میری سختی ان کی نرمی سے مل جاتی اور وہ مجھے کنٹرول کر لیتے۔ تمھارے معاملات کی ذمہ داری مجھ پر آئی تو میری سختی نرم پڑ گئی ہے۔ اب یہ مسلمانوں پر ظلم وتعدی کرنے والوں کے لیے مخصوص ہو گئی ہے، دین وسلامتی رکھنے والوں کے لیے میں تم سب سے زیادہ نرم ثابت ہوں گا۔ جو کسی پر ظلم کرے گا، میں اس کا رخسار زمین پر رکھ کر اس کے دوسرے رخسار پر اپنا پاؤں رکھ دوں گا حتیٰ کہ وہ حق کا اقرار کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ امن کے ساتھ رہنے والوں اور نیکی کرنے والوں کے لیے میں اپنے گال زمین پر بچھا دوں گا۔ مجھ پر لازم ہے کہ تمھاری آمدن میں سے کوئی ناجائز وصولی نہ کروں، تمھیں زیادہ وظیفے دوں، تمھاری سرحدوں کی حفاظت کروں اور تمھیں گھروں سے زیادہ دور نہ رکھوں۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

سے میری مدد کرو۔ پھر عمر نے ظہر کی نماز پڑھائی اور گھر چلے گئے۔ لوگ ان کی تقریر سے متاثر ہوئے، البتہ عراق و ایران جانے سے خوف زدہ رہے۔ عصر کے وقت مثنیٰ بھی آ گئے، انھوں نے کہا کہ لوگو، ہم نے ایران کے بہترین سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے، ان شاء اللہ ہمیں آیندہ بھی فتوحات حاصل ہوں گی۔ پھر عمر گویا ہوئے کہ اللہ اپنے دین کو غالب کر رہا ہے، وہ اپنے مددگار کو غلبہ عطا کرے گا اور اپنے بندوں کو امتوں کی میراث دے گا تو کہاں ہیں اللہ کے نیک بندے؟ ابوعبید ثقفی اور سلیط بن قیس بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئے۔ رفتہ رفتہ مدینہ سے ایک ہزار مسلمان جہاد میں شامل ہونے کو نکل آئے۔ حضرت عمر مسلمانوں کا یہ اجتماع دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اب اس دستے کی سربراہی کا مسئلہ تھا جس میں صرف اہل مدینہ شامل تھے، یہ لوگ بنوبکر بن وائل کے مثنیٰ کو قیادت نہیں دینا چاہتے تھے۔ عمر نے پہلے رضا کار ابوعبید کو لشکر کی قیادت سونپی، انھیں اصحاب رسول سے مشورہ کرنے اور جنگ میں جلد بازی سے بچنے کی نصیحت کی پھر لشکر کو فوری طور پر کوچ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے اگلے روز ہی حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو خط لکھا جس میں خلیفہ کی وفات کی خبر کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کی معزولی اور ان کی جگہ ابوعبیدہ کو سپہ سالار مقرر کرنے کا فرمان درج تھا۔ انھوں نے یہ نصیحت بھی لکھی کہ مال غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو فوری طور پر معزول کرنا کیوں ضروری سمجھا؟ اہل تاریخ نے اس ضمن میں بہت کلام کیا ہے۔ اصل میں وہ حضرت ابوبکر کے عہد ہی میں انھیں ہٹوانا چاہتے تھے، لیکن ان کے بار بار کے مشوروں کو ابوبکر نے رد کیا۔ ابوبکر خالد کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو سیف اللہ قرار دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار دی ہوئی تلوار کو میان میں ڈالنا ابوبکر کے بس میں نہ تھا۔ پھر خالد کی کارکردگی ایسی رہی کہ کوئی اس معیار تک نہ پہنچ سکا۔ ان کے برعکس عمر سخت محاسبہ کرنے والے تھے، اپنے دور خلافت میں انھوں نے اپنے گورنروں اور عمال کا کڑا محاسبہ کیا، لہٰذا ان کے مزاج کے مطابق اس کے سوا کوئی فیصلہ نہ ہو سکتا تھا کہ اپنے سپہ سالار کے کردار پر کوئی داغ دھبہ بھی برداشت نہ کیا جائے اور اسے چلتا کیا جائے۔ خالد کے بارے میں ان کی رائے پہلے سے بنی ہوئی تھی اور اسی پر انھوں نے عمل کر دیا۔ ان کو خالد پر یہ اعتراض بھی تھا کہ وہ جنگ میں جلد بازی کرتے ہیں جس سے بے گناہ افراد کی جانوں کو خطرہ رہتا ہے۔ اس کے برعکس وہ ابوعبیدہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، ان کے پیش نظر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رہا جس میں آپ نے ابوعبیدہ کو اس امت کا امین قرار فرمایا تھا۔ سربراہ مملکت کے لیے اپنی پسند کے ماتحت کے ساتھ کام کرنا آسان ہوتا ہے، وہ اس کی بات

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

یہاں تک کہ اشارے کو سمجھ لیتا ہے یوں امور مملکت نمٹانا آسان ہو جاتا ہے، یہ امر بھی اس سلسلے میں فیصلہ کن رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کے ساتھ باہم امن وسلامتی سے رہنے کے معاہدات فرمائے، لیکن جب انھوں نے بدر واحد کی جنگوں میں مشرکوں کی مدد کر کے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال کر کے انھیں مدینہ سے نکال باہر کیا۔ محض خیبر میں کچھ یہودی رہ گئے جو نصف پیداوار دینے کی شرط پر اپنی زمینیں کاشت کرنے کے لیے آزاد تھے۔ نجران کے عیسائیوں سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ وصول کرنے کی شرط پر صلح فرمائی۔ خلافت صدیقی میں یہ معاہدے برقرار رہے۔ عمر فاروق خلیفہ بنے تو انھوں نے ان عہود پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی، ان کی دلیل تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور میں نصیحت فرمائی تھی: جزیرۂ عرب میں دو دین نہ رہنے دیے جائیں۔ (مسند احمد، مسند سیدہ عائشہ) انھوں نے یمن کے گورنر یعلیٰ بن امیہ کو ذمہ داری سونپی کہ نجران کے عیسائیوں میں سے جو اپنے دین پر قائم رہنا چاہتا ہے، اسے حدود عرب سے نکال کر یمن یا جزیرۂ عرب کے نواح میں آباد کر دیا جائے۔ مستشرقین نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو تعصب قرار دیا ہے۔ مسلمان مورخین نے اس کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے بعض درست بھی ہیں، لیکن صحیح وجہ یہ ہے کہ عہد فاروقی میں جزیرہ نماے عرب کی وحدت قائم ہو چکی تھی، اس لیے پیغمبر علیہ السلام کے اس فرمان پر عمل کرنا ممکن ہو گیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ کو تلقین کی کہ اہل نجران کو عیسائیت پر قائم رہنے کی کامل آزادی دی جائے، ان کی جان ومال کا تحفظ کیا جائے اور انھیں جزیرۂ عرب سے باہر ویسی ہی یا اس سے بہتر زمینیں دی جائیں جس طرح کی وہ حدود عرب میں رکھتے تھے۔ خلیفۂ ثانی کے اس حکم کو گزشتہ صدی کی پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائی حکومتوں کے طرز عمل سے کسی طرح مشابہ قرار نہیں دیا جا سکتا جو انھوں نے اپنے اپنے مخالف فرقے کے عیسائیوں کو جلاوطن کر کے، انھیں گوناگوں اذیتیں دے کر اور ان کی جانیں لے کر روا رکھا۔ عیسائیوں کے بعد عمر نے خیبر کے یہودیوں کو بھی جزیرۂ عرب سے باہر آباد ہونے کا حکم دیا تو کسی کو حیرت نہ ہوئی، کیونکہ یہ ان کی اسی پالیسی کا تسلسل تھا۔

مطالعۂ مزید: الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، الفاروق عمر (محمد حسین)، رحمۃ للعالمین (قاضی سلیمان منصور پوری)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)۔

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net